

تسلیم و رضا (نظیر اکبر آبادی)

03

مشکل الفاظ و تراکیب کی تفہیم

الفاظ	مفہوم
فقر	درویشی
اقبال	بلندی
افلاس	غربت، غربی
یار	دوست، اللہ تعالیٰ
ادبار	بد نصیبی، نحوست، مفلسی
شال	چادر
جنجال	مصیبت، آفت
عالم	کیفیت
گدڑی	فقیروں کا جہ
مُحْرَم	خوش

(بورڈ 16, 18, 2008)

خلاصہ:

جو لوگ فقر اختیار کر لیتے ہیں وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں دولت عطا کرے یا مفلس کر دے، انھیں خوش قسمت بنائے یا بد قسمت، انھیں اپنے وطن میں اپنے عزیز واقارب کے ساتھ رہنے کا موقع دے یا انھیں ہجرت کرنی پڑے، انھیں عمدہ لباس ملے یا معمولی، انھیں غم و الم اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے یا ماتم کا، وہ زندہ رہیں یا موت کا سامنا کرنا پڑے، وہ ہر وقت، ہر انداز، ہر مقام اور ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ نظیر! ایسے فرشتہ صفت ولی بہت کم ہیں جو ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

بند نمبر 1:

(پورہ 2009)

جو فقر میں پورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں
 ہر کام میں، ہر دام میں، ہر حال میں خوش ہیں
 گر مال دیا یار نے تو مال میں خوش ہیں
 بے زر جو کیا تو اسی احوال میں خوش ہیں
 افلاس میں، ادبار میں، اقبال میں خوش ہیں
 پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

تشریح: نظیر اکبر آبادی کا شمار مشہور نظم گو شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں عوامی، فطرتی اور اخلاقی موضوعات کثرت سے ملتے ہیں۔ نظم ”تسلیم و رضا“ میں انھوں نے اس نکتے کو اجاگر کیا ہے کہ اگر کوئی فقرا اختیار کرے تو ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ زیر تشریح بند میں وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ فقرا اختیار کر لیتے ہیں وہ کوئی کام کر رہے ہوں، انھیں جیسے بھی حالات کا سامنا ہو، اللہ تعالیٰ انھیں مال و دولت سے نوازے یا غربت دے، وہ ترقی کے راستے پر گامزن ہوں یا زوال پذیر ہوں، قسمت ان کا ساتھ دے یا نہ دے، وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو مکمل انسان کہلوانے کے حق دار ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”فقیری میرے لیے فخر کا باعث ہے۔“

فقر سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنا سب کچھ خدا کے راستے پر قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔ انسان کے پیش نظر صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی ہو۔ انسانی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ کبھی مال و دولت ہے تو کبھی نہیں۔ یہ دونوں صورتیں ہی اپنے اندر آزمائش رکھتی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

”ہم اپنے بندوں کو کبھی نعمتوں کی فراوانی سے اور کبھی نعمتوں میں کمی کر کے آزماتے ہیں۔“

اگر دولت کی فراوانی ہو تو ضروری ہے کہ اسے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق خرچ کیا جائے۔ ارشاد ہے:

”اے رسول ﷺ یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں تو ان سے کہہ دیجیے کہ جو کچھ تمھاری ضرورت سے زیادہ ہو“ اگر دولت موجود نہ ہو تو گھبرانا نہیں چاہیے کہ دولت تو چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
 بتان و ہم و گماں لا الہ الا اللہ

عام انسان جب مالی مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے تو گھبراتا ہے کیوں کہ وہ معاشرہ جو معاشی ناہمواری کا شکار ہو وہاں مفلس کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔

باعتِ مفلسی ہے رسوائیِ مفلسی ہے عالمِ مفلسی
 حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ

”مفلس اپنے وطن میں بھی پردیسی ہوتا ہے۔“

مفلس پر لوگ اعتبار کرنا چھوڑ دیتے ہیں:

مردِ مفلسی کا اعتبار کھوتی ہے
 سب بہار کھوتی ہے

دن ہو تو مفلس کے لیے اسے گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ رات ہو تو رات کاٹنی دو بھر ہو جاتی ہے۔
 غریبوں کے جہاں میں وقت بھی رک رک کے چلتا ہے
 کہیں صبحیں نہیں ہوتیں کہیں راتیں نہیں ہوتیں
 نظیر اکبر آبادی کا موقف یہ ہے کہ جب کوئی شخص فقر اختیار کر لیتا ہے تو پھر معاشی اتار چڑھاؤ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عروج و زوال
 بے معنی ہو جاتا ہے۔ وہ ہر حال میں خوش و خرم رہتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خوشی کا تعلق مالی وسائل سے نہیں ہوتا بلکہ یہ دلی و ذہنی کیفیت ہے۔
 بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی تو ہوتی ہے لیکن وہ خوشی سے محروم رہتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ فقر اختیار
 کر لیتے ہیں وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔
 (بورڈ 2016ء)
 بند نمبر 2:

گر یار کی مرضی ہوئی، سر جوڑ کے بیٹھے
 گھر بار چھڑایا تو وہیں چھوڑ کے بیٹھے
 موڑا انھیں جیدھر، وہیں منہ موڑ کے بیٹھے
 گدڑی جو سلائی تو وہی اوڑھ کے بیٹھے
 اور شال اڑھائی تو اسی شال میں خوش ہیں
 پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

تشریح: جو لوگ فقر اختیار کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں اپنے عزیز واقارب کے ساتھ رہنے کا موقع دے یا انھیں ہجرت کرنا پڑے وہ ہر لمحہ اس کی
 اطاعت میں سر جھکائے رہتے ہیں۔ اگر انھیں پھٹے پرانے کپڑے پہننا پڑیں یا قیمتی لباس مل جائے وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ
 ہیں جو مکمل انسان کہلوانے کے حق دار ہیں۔

ہر جاندار کو اپنی سرزمین سے محبت ہوتی ہے۔ ایک پودے کو اگر ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگا دیں تو عارضی طور پر وہ مرجھا جاتا
 ہے۔ سرد علاقوں میں رہنے والے پرندے برف باری کے موسم میں ہجرت کر کے میدانی اور صحرائی علاقوں میں آ جاتے ہیں۔ لیکن جوں ہی موسم ساز
 گار ہوتا ہے وہ اپنی سرزمین پر پلٹ جاتے ہیں۔ یہی صورت انسانوں کی بھی ہوتی ہے کہ انسان کو اپنی سرزمین سے گہرا لگاؤ ہوتا ہے کیوں کہ انسان کی
 زمین اس کی پہچان ہوتی ہے۔

مری زمیں ہی مرا آخری حوالہ ہے
 سو میں رہوں نہ رہوں اس کو بارور کر دے
 اگر انسان کو اپنا وطن چھوڑ کر کہیں جانا پڑے تو وطن سے دوری کا احساس انسان کو غم زدہ کر دیتا ہے۔
 بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
 ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے

اگر انسان اپنے وطن میں اپنے عزیز واقارب کے ساتھ زندگی گزار رہا ہو تو وہ خوش رہتا ہے۔ لیکن جو لوگ فقر اختیار کر لیتے ہیں انھیں
 وطن چھوڑنا بھی پڑے تو وہ خوش باش رہتے ہیں۔ اگر حکم خداوندی آجائے تو ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اپنے شیر خوار بیٹے حضرت
 اسماعیل علیہ السلام کو عراق سے لے کر نکلتے ہیں اور انھیں مکے کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیتے ہیں جب بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دریافت کرتی ہیں کہ
 ہمیں کس کے سہارے چھوڑے جارہے ہیں تو جواب ملتا ہے کہ اللہ کے سہارے۔ اللہ کا حکم ہوتا ہے تو حضور ﷺ مکہ سے یہ کہتے ہوئے مدینہ منورہ

روانہ ہو جاتے ہیں کہ

”شہر مکہ! تجھ سے بچھڑنے کا مجھے بڑا دکھ ہے لیکن مکہ والے اب مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔“

جس طرح انسان اپنے عزیز واقارب کے ساتھ زندگی گزارنے میں خوشی محسوس کرتا ہے اسی طرح وہ لباس کے حوالے سے بڑا احساس ہوتا ہے۔ انسان چاہتا ہے جو لباس وہ پہنے اسے سراہا جائے، اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ جو لوگ فقر اختیار کر لیتے ہیں وہ لباس کو اہمیت نہیں دیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو لباس زیب تن کرتے تھے بعض اوقات گرتے پر ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک تین تین پیوند لگے ہوتے تھے۔ قیمتی لباس پہن کر تو ہر کوئی خوشی محسوس کرتا ہے۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ اگر پھٹا پرانا لباس میسر ہو تو انسان کیسا محسوس کرتا ہے۔ نظیر اکبر آبادی کا موقف یہ ہے کہ جو لوگ فقر اختیار کر لیتے ہیں ان کے لیے ظاہری نمود و نمائش کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ وہ بوسیدہ لباس میں بھی خوش رہتے ہیں چاہے لباس میں کتنے ہی پیوند کیوں نہ لگے ہوں۔ وہ اس کی پروا نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک اللہ کی خوشنودی اہمیت رکھتی ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ عمدہ لباس کے حصول کا انحصار مالی حالت پر ہوتا ہے اور فقر اختیار کرنے والے دولت جمع کرنے کی بجائے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ اس لیے عمدہ لباس ان کے لیے ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

بند نمبر 3:

گر اُس نے دیا غم تو اسی غم میں رہے خوش
اور اس نے جو ماتم دیا، ماتم میں رہے خوش
کھانے کو ملا کم تو اسی کم میں رہے خوش
جس طور کہا اُس نے، اُس عالم میں رہے خوش
دکھ درد میں، آفات میں، جنجال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

تشریح: جو لوگ فقر اختیار کر لیتے ہیں اگر انھیں غم اٹھانا پڑے، انھیں ماتم دیکھنا پڑے، انھیں کھانے کو کم ملے، کوئی مصیبت یا پریشانی ہو وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو مکمل انسان کہلوانے کے حق دار ہیں۔

زندگی کبھی ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی۔ اس میں طرح طرح کے اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ اگر انسان اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار رہا ہو۔ وہ جو چاہے اسے مل جائے تو وہ خوش رہتا ہے۔ اس کے برعکس اگر انسان کی خواہشات پوری نہ ہوں، اس کا کوئی ارمان ادھورا رہ جائے، کوئی خواب ٹوٹ جائے تو انسان کو دکھ ہوتا ہے لیکن جو لوگ فقر اختیار کر لیتے ہیں وہ کسی چیز کی محرومی پر دکھی نہیں ہوتے کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی امانت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

”ہم نے اہل ایمان سے جنت کے بدلے ان کی جان، مال اور اولاد کو خرید لیا ہے“

نظیر اکبر آبادی کا موقف یہ ہے کہ فقر اختیار کرنے والے دکھ درد کو بھی اللہ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔

مری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت تھی
کہ گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن ہے تھام اس کا
ایسے لوگ اللہ کی طرف سے ملنے والے دکھوں کو بھی نعمت سمجھتے ہیں۔

جو کچھ بھی تیرے در سے ملا ہے زہے نصیب
غم ہی ملا تو کیا ہوا دامن تو بھر گیا

جب فقر اختیار کرنے والوں پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ پریشان نہیں ہوتے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

”جب اللہ کے شکر گزار بندوں پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں

کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

بات صرف غم و الم تک محدود نہیں بلکہ اگر انھیں کھانے پینے کو کم ملے تو وہ پریشان نہیں ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

”تین دنوں میں سے ایک دن ضرور ایسا آ جاتا تھا جب گھر

میں کھانے پینے کے لیے کوئی شے موجود نہیں ہوتی تھی۔“

شعب ابی طالب میں اڑھائی پونے تین سال کا عرصہ ایسے گزارنا پڑا کہ بعض اوقات کھجور کی گھٹلیاں پیس کر آٹا بنایا جاتا اور روٹی پکائی جاتی تھی۔ کبھی درختوں کی جڑیں ابال کر کھاتے تو کبھی مشک کے ٹکڑے ابال کر نمک ڈال کر تناول کرتے۔ اس عالم میں قریش مکہ یہ پیش کش لے کر آئے کہ اگر آپ کو دولت چاہیے تو ہم آپ کو اس پہاڑ کے برابر سونا چاندی جمع کر دیتے ہیں۔ اگر حکومت چاہیے تو ہم آپ کو اپنا سردار مانے لیتے ہیں اور اگر کہیں شادی کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس پر بھی راضی ہیں اور چاہیں تو یہ تینوں چیزیں حاضر ہیں جس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تو میں اپنے موقف سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

جو لوگ حضور ﷺ کی سیرت پر چلتے ہوئے، خدا کے راستے پر چلتے ہوئے، بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں اور ان کی زبان پر کوئی شکوہ نہیں آتا بلکہ وہ خوش و خرم رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مکمل انسان کہلوانے کے حق دار ہیں۔

(بورڈ 2013)

بند نمبر 4:

جینے کا نہ اندوہ، نہ مرنے کا ذرا غم
یکساں ہے انھیں زندگی اور موت کا عالم
واقف نہ برس سے، نہ مہینے سے وہ اک دم
نہ شب کی مصیبت، نہ کبھی روز کا ماتم
دن رات، گھڑی پہر، مہ و سال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

تشریح: جو لوگ فقر اختیار کر لیتے ہیں انھیں جینے کا کوئی افسوس نہیں ہوتا نہ ہی مرنے کا کوئی دکھ ہوتا ہے۔ اُن کے لیے وقت کی تقسیم بے معنی ہے۔ انھیں گھڑی، پہر، دن، رات، مہینے اور سال کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ وہ گزرتے ہوئے ہر پل میں خوش و خرم رہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو مکمل انسان کہلوانے کے حق دار ہیں۔

بعض افراد کی زندگی میں اتنی مشکلات اور مسائل ہوتے ہیں کہ زندہ رہنا مصیبت بن جاتی ہے۔

کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں
زندگی میں انسان کو اتنی محرومیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ زندگی سزا محسوس ہونے لگتی ہے۔
زندگی جبرِ مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

نظیر اکبر آبادی کا موقف یہ ہے کہ جو لوگ فقر اختیار کر لیتے ہیں انھیں زندگی مصیبت نہیں لگتی بلکہ وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ ان کی

زبان پر یہ الفاظ رہتے ہیں۔

”اے اللہ! ہم تیرے لکھے پر راضی اور تیرے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔“ (امام حسین ؑ ابن علی ؑ)
 فقر اختیار کرنے والوں کے لیے جس طرح زندگی پریشانی کا باعث نہیں بنتی اسی طرح موت سے بھی وہ نہیں گھبراتے۔
 فیض تھی راہ سر منزل
 ہم جہاں پہنچے کامیاب آئے
 اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے!

”اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو“

خوشی کے ساتھ موت کا سامنا وہی شخص کر سکتا ہے جسے اپنے موقف کی سچائی کا یقین ہو۔ جب انسان کو معلوم ہو کہ اس نے جو زندگی گزاری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزری ہے تو پھر انسان موت سے نہیں گھبراتا۔ حضرت علی ؑ ابن ابی طالب کا ارشاد ہے:
 ”ابو طالب کا بیٹا اس بات سے نہیں ڈرتا کہ کب اس کا اور موت کا آئنا سامنا ہو جائے“
 سلام ان پہ تہ تیغ بھی جنہوں نے کہا
 جو تیرا حکم جو تیری رضا جو تو چاہے
 نظیر اکبر آبادی کا موقف یہ ہے کہ فقر اختیار کرنے والوں کے لیے زندگی اور موت کی تقسیم کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وہ تو موت کو بھی وصل باری تعالیٰ کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
 میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا
 فقر اختیار کرنے والوں کے لیے وقت کی تقسیم بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ وقت کے تعین کے لیے تقویم کی تشکیل اور پھر وقت کو چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کرنے کا مقصد دنیاوی سرگرمیوں کی ادائیگی میں باقاعدگی پیدا کرنا ہے۔ جو افراد دنیاوی معاملات کے بجائے رضائے خداوندی کو ہی سب کچھ سمجھیں اُن کے لیے یہ تقسیم غیر ضروری ہے۔ وہ ہر وقت اور ہر حال میں خوش رہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو مکمل انسان کہلوانے کے حق دار ہیں۔

بند نمبر 5:

اُن کے تو جہاں میں، عجب عالم ہیں نظیر، آہ
 سب ایسے تو دنیا میں ولی، کم ہیں نظیر، آہ
 کیا جانے، فرشتے ہیں کہ آدم ہیں نظیر، آہ
 ہر وقت میں، ہر آن میں خرم ہیں نظیر، آہ
 جس ڈھال میں رکھا، وہ اُسی ڈھال میں خوش ہیں
 پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

مفہوم:

نظیر اکبر آبادی کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کا دنیا میں رہنے سہنے کا انداز حیرت انگیز ہے۔ ان جیسے اللہ کے نیک بندے بہت کم ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ انسان ہیں یا فرشتے کہ ہر حال میں خوش و خرم رہتے ہیں۔ اللہ انہیں جس حالت میں رکھے وہ اسی حالت میں خوش رہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو مکمل انسان کہلوانے کے حق دار ہیں۔

☆☆☆☆☆